چند مشورے

روزنامہ جنگ کراچی (۲۳ جنوری) میں جناب ارشاد احمد حقانی نے "قاضی حسین احمد ـ کرنے کا کام" کے عنوان سے انھیں چند مشورے دیے ہیں' جن میں سے بعض کا تعلق مسلمان عورت کی حیثیت سے ہے ـ جس میں اس کا پردہ اساسی اہمیت رکھتا ہے ـ ان کا کہنا ہے عورت کے معاشرتی مقام اور کردار کے بارے میں جماعت اسلامی کا موقف جزوی عدم توازن اور غیر حقیقت پسندی کا آئینہ دار ہے ـ یہ موقف اسلام کی تعلیمات سے زیادہ ایک خاص معاشرتی پس منظر اور سوچ کا پیدا کردہ تھا ـ میں عورت کے کردار کے بارے میں ملائشیا اور ایران کے ماڈلز کو درست اور پسندیدہ سمجھتا ہوں ـ جماعت اسلامی کو باضابطہ طور پر عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھولنے اور معاشرتی زندگی میں بعض حدود کے اندر کام کرنے کی اجازت دینے کا اعلان کر دینا چاہیے ـ اس دور میں عورت کو گھر کی چار دیواری تک محدود کر دینا اور چہرہ اور ہاتھ کھولنے کی اجازت نہ دینا اور اسے چھوئی موئی بننے پر مجبور کرنا کسی طرح تعلیمات اسلامی کا تقاضا نہیں ـ

ہماری نگاہ میں یہ خیالات و ارشادات اپنے مضمرات کے اعتبار سے حد درجہ خطرناک ہیں ـ ان کی زد ہمارے پورے معاشرتی نظام' ادارہ خاندان' اخلاقی اقدار اور اعتقادات پر پڑتی ہے ـ ایمان کو چھوڑ کر عقل کو راہ نما بنایا جائے تو یہ عیار ہے' سو بھیس رکھتی ہے ـ کیا یہ شریعت کا حلیہ نہیں بگاڑ دے گی ـ آج حقانی صاحب عورت کے ان ماڈلز کو پسندیدہ باور کرا رہے ہیں جو انھیں ملائشیا یا ایران میں نظر آئے اور بھا گئے ـ کل کوئی اور مشیر اٹھ کر پیرس' لندن اور نیویارک و واشنگٹن کے ماڈلز کی وکالت و نمایندگی کر سکتا ہے ـ زینب الغزالی کو امت مسلمہ کی تاریخ میں پہلی مفسرہ قرآن ہونے کا شرف حاصل ہو چکا ہے ـ ممتاز خاتون اسکالر' بنت الشاطی کو شاہ فیصل ایوارڈ مل چکا ہے ـ جب چہرے کو کھولنے کے لیے ماڈلز ہی کی جستجو ہے تو پھر ان خواتین کو کیوں نہ اسوہ بنایا جائے ـ مگر نظر انتخاب وہیں پڑتی ہے جہاں اپنے ذوق و عقل کو تسکین ملے ـ چنانچہ چہرہ اور ہاتھ کھولنے کے ضمن میں زینب الغزالی اور بنت الشاطی کی مثال انھیں اچھی نہیں لگی' ملائشیا اور ایران کے ماڈلز پسند آئے ـ پاکستان میں عورت سے متعلق جماعت اسلامی کا موقف' فرض کیا کہ اسلام کی تعلیمات سے زیادہ ایک خاص معاشرتی پس منظر اور سوچ کا ہی پیدا کردہ ہے' تو بھی گوارا ہے' لیکن اس مسئلے کو تجدد پسند عقل کے سپرد کر دیا گیا تو جس طرح کا اخلاقی و عملی بگاڑ رونما ہوگا وہ ہرگز ایسی چیز نہیں کہ اسے گوارا کرنے پر جماعت اسلامی خود کو آمادہ کر سکے ـ معاشرتی پس منظر اور سوچ بننے میں انسانوں کے طویل تجربات و مشاہدات کارفرما ہوتے ہیں لیکن عقل و دانش کے زاویے روز بدلتے رہتے ہیں ـ

دیکھنا یہ ہے کہ چہرے کا پردہ واقعی کسی معاشرتی پس منظر اور سوچ کی اختراع ہے یا شریعت نے اسے مستقل ضابطے اور حکم کے طور پر لازم ٹھہرایا ہے۔

پردے کا یہ حکم سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں وارد ہوا ہے۔ مولانا مودودی ؒ نے اپنی معروف کتاب "پردہ" میں لکھا ہے: یہ آیت خاص چہرے کو چھپانے کے لیے ہے۔ جلابیب جمع ہے جلباب کی جس کے معنی چادر کے ہیں۔ ادناء کے معنی ارخاء یعنی لٹکانے کے ہیں۔ لفظی ترجمہ یہ ہو گا: اپنے اوپر اپنی چادروں میں سے ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ یہی مفہوم گھونگھٹ ڈالنے کا ہے۔ مگر اصل مقصد کوئی خاص وضع نہیں ہے بلکہ چہرے کو چھپانا مقصود ہے' خواہ گھونگھٹ سے چھپایا جائے یا نقاب سے یا کسی اور طریقے سے۔

اس کے بعد مولانا نے ابن جریر طبری' ابوبکر الجصاص' نیشا پوری' رازی اور بیضاوی کی آرا نقل کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ چہرے کے پردے کی روایت کسی خاص علاقے کی نسبت سے اور کسی مخصوص معاشرے کی معاشرتی اقدار کے تابع نہیں ہے۔ سید مودودی ؒ لکھتے ہیں: "صحابہ کرام ؓ کے مبارک دور سے لے کر آٹھویں صدی تک ہر زمانے میں اس آیت کا ایک ہی مفہوم سمجھا گیا' اور وہ مفہوم وہی ہے جو اس کے الفاظ سے ہم نے سمجھا ہے۔ اس کے بعد احادیث کی طرف رجوع کیجیے تو وہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے عہد نبوی ؐ میں عام طور پر مسلمان عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالنے لگی تھیں اور کھلے چہروں کے ساتھ پھرنے کا رواج بند ہو گیا تھا"۔

ایک ممتاز عرب اسکالر ڈاکٹر علی مشاعل اپنی کتاب "النظام الاجتماعی و السیاسی فی الاسلام" میں لکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک ؒ امام احمد ؒ اور امام شافعی ؒ تو عورت کا چہرہ پردے میں رکھنا فرض اور اس کا کھولنا حرام سمجھتے تھے' البتہ فقہائے احناف میں سے بعض نے یہ رائے دی ہے کہ عورت گھر سے باہر جاتے ہوئے اپنا چہرہ کھلا رکھ سکتی ہے۔ لیکن جو فقہا نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کے جواز کے قائل ہیں' ان کا بھی موقف یہ ہے کہ جب فتنوں کا دور ہو اور ماحول میں اخلاقی بگاڑ عام ہو جائے تو عورت کا چہرہ ڈھانپنا ضروری ہو جاتا ہے۔

جناب ارشاد احمد حقانی انصاف کے ساتھ بتائیں کہ جس دور اور ماحول میں ہم سانس لے رہے ہیں' یہ اخلاقی اور ذہنی انارکی کا دور ہے یا نہیں۔ ان حالات میں جب کہ آوارہ جذبات اور شہوتوں کی آگ بھڑک رہی ہے' جو عفت مآب اور حیادار خواتین اس آگ سے بھاگ کر شریعت اسلامی کے احکام کے سائے میں پناہ لیے ہوئے ہیں انھیں گھسیٹ کر آپ اس آگ میں جھونکنے پر یہ اصرار آخر کیوں کر رہے ہیں؟ پردہ دار اور باحیا عورت اسلام کی تہذیبی اقدار کی امانت کی آخری پاس دار اور

محافظ ہے۔ اسلامی تعلیمات کے رنگ میں رنگا ہوا مسلمان گھرانہ اسلام کا وہ قلعہ ہے جہاں ہر طرف سے پسپا ہوتی ہوئی اسلامی تہذیب بالآخر پناہ اور سلامتی پائے گی۔ اسے تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمان عورت کی پردہ داری نے پہلے بھی کئی مرتبہ بچایا ہے۔ سو ڈیڑھ سو سال پہلے' جب برصغیر میں غالب قوم کو اپنی تہذیب کے غلبے میں مشکل پیش آئی تو اس کے شہ دماغ بڑے غور و خوض کے بعد مسلمان عورت کے بارے میں اسی نتیجے پر پہنچے کہ مسلمان عورت کو کسی عنوان سے چراغ خانہ کی حیثیت سے نکال کر شمع محفل بننے پر آمادہ کر لیا جائے۔

یہ امت ہے بڑی سخت جان۔ ان صدموں سے گزر کر' اس کی غیرت و حیا پھر عود کر آتی ہے۔ مصر' ترکی' ایران وغیرہ میں غیرت اور نسوانیت کے جنازے سرکاری اہتمام میں نکالے گئے تھے۔ الحاد پسندوں اور اباحیت پرستوں نے اپنے زعم میں نسوانی حیا اور عظمت کا آبگینہ توڑ کر اس کے ریزے یورپی آقاؤں کے اطمینان کے لیے پیش کر دیے تھے۔ لیکن ان ممالک کے اندر اکیسویں صدی کے دروازے سے داخل ہوتی ہوئی جدت کے سارے مظاہر اور اس کے مضرات کا مشاہدہ کرتی ہوئی دختران ملت' ایک مہم کی طرح سر ڈھانپنے پر مصر ہو گئی ہیں۔ انھیں درسگاہوں سے اس پاداش میں خارج کیا جا رہا ہے' سزائیں دی جا رہی ہیں' ہراساں کیا جا رہا ہے' لیکن یہ رجحان دبنے کے بجائے پھیلے ہی جا رہا ہے۔ فرانس تہذیب نو کے اماموں میں سے ہے۔ آج فرانس کی درس گاہوں کے اندر ایمانی غیرت اور نسوانی عظمت و عفت کا چمن کھل اٹھا ہے۔ مسلمان بچیوں کو سر پر سکارف اوڑھنے کے جرم میں درس گاہوں سے نکالا جا رہا ہے لیکن وہ اپنے تعلیمی مستقبل کی تاریکی سے نہیں ڈر رہی ہیں۔ ان بچیوں کو ابھی سکارف سر پر رکھنے کی حد تک ہی اسلامی احکام کا علم ہو سکا ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ چہرے پر نقاب ڈالنے کے شرعی حکم سے انھیں آگاہی ہوئی تو وہ اس مرحلے سے بھی گزر جائیں گی۔

حقانی صاحب "حجاب اور نیم حجابی کی ایک عجیب معجون مرکب" تیار کرنے کے قائل نظر آتے ہیں۔ مولانا مودودی ؒ نے ایسے لوگوں کی نفسیاتی اور ذہنی کیفیت کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک طرف تو یہ "اپنی عورتوں کو حیا اور عصمت کے زیوروں سے آراستہ اور اپنے گھروں کو اخلاقی نجاستوں سے پاک رکھنے کے خواہش مند ہیں اور ان نتائج کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو مغربی تمدن اور معاشرت کے اصولوں کی پیروی سے رونما ہوئے ہیں اور ہونے چاہییں۔ مگر دوسری طرف اسلامی نظم معاشرت کے اصول و قوانین کو توڑ کر' کچھ رکتے' کچھ جھجکتے اسی راستے کی طرف اپنی بیویوں' بہنوں اور بیٹیوں کو لیے جا رہے ہیں جو مغربی تہذیب کا راستہ ہے۔ یہ لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ آدھے مغربی اور آدھے اسلامی طریقوں کو جمع کر کے یہ دونوں تہذیبوں کے فوائد و منافع اکٹھے کر لیں گے۔

یعنی ان کے گھروں میں اسلامی اخلاق بھی محفوظ رہیں گے اور ان کی خاندانی زندگی کا نظم بھی برقرار رہے گا اور اس کے ساتھ ان کی معاشرت اپنے اندر مغربی معاشرت کی برائیاں نہیں بلکہ صرف اس کی دل فریبیاں ' اس کی لذتیں اور ان کی مالی منفعتیں جمع کرے گی" (پردہ)۔

اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تجدد کی راہ پر رکھا ہوا قدم ایک دفعہ اٹھ کر اسی حد پر رک جائے گا جو حد حقانی صاحب بتا رہے ہیں۔ اس سوال کا ایک جواب ہم مولانا مودودی ؒ کے الفاظ میں سامنے رکھتے ہیں: "یہ بھی خلاف عقل اور خلاف فطرت ہے کہ ایک مرتبہ اسلام کے مضبوط اخلاقی نظام کی بندشیں ڈھیلی کرنے اور نفوس کو قانون شکنی سے لذت آشنا کر دینے کے بعد اس سلسلے کو اسی حد پر روک رکھیں گے جس کو آپ نے خالی از مضرت سمجھ رکھا ہے... تمدن اور معاشرت میں ہر غلط طریقے کی ابتدا بہت معصوم ہوتی ہے مگر ایک نسل سے دوسری نسل اور دوسری سے تیسری نسل تک پہنچتے پہنچتے وہی چھوٹی سی ابتدا ایک خوفناک غلطی بن جاتی ہے"۔

جناب حقانی کا مشورہ اگر بے ضرر سا معاملہ ہوتا تو ہم اس تفصیل کے ساتھ اس بحث میں نہ پڑتے۔ مگر کسی بڑے دشمن اسلام نے کہا تھا کہ "مسلمان عورت کے سر اور چہرے کو ڈھانپنے والے کپڑے کو وہاں سے اتارو اور قرآن کو اس میں لپیٹ دو۔ مسلمانوں کے زوال و تباہی کا سب سے کارگر نسخہ یہی ہے"۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام کے دشمن اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اسلام ان کے لیے اس وقت تک خطرہ ہے جب تک مسلم خاتون کا سر اور چہرہ مستور اور قرآن کھلا ہوا ہے۔

جناب حقانی کی طرف سے یہ مشورہ پیش کرنے کا ایک سبب یہ ہو سکتا ہے کہ جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والی خواتین نے ایسی کوئی فریاد کی ہو کہ وہ جبراً پردے کی پابند بنائی گئی ہیں اور ان ستم رسیدہ عورتوں کی گھٹی گھٹی فریادیں کسی طریقے سے ان کے کان میں پڑ گئی ہیں۔ مگر ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی جو خواتین حجاب و نقاب کی پابندی اختیار کیے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جسے زبردستی پردہ کرایا گیا ہو۔ یہ پردہ انھوں نے خالص دینی تقاضا سمجھ کر اختیار کیا ہے۔

حقانی صاحب کے اس مشورے کا دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک جوں ہی یہ خواتین بے حجابانہ و بے باکانہ میدان میں اتریں گی 'بند دروازے کھل جائیں گے اور اسلامی انقلاب برپا ہو جائے گا۔ لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک تو جماعت اسلامی کی ہمدرد خواتین ساری کی ساری چہرے کے پردے کی ملتزم و پابند نہیں ہیں۔ جو پابند ہیں وہ پردے کے اہتمام کے ساتھ بازاروں سے خرید و فروخت کرتی ہیں' معاشرتی تقاضے پورے کرتی ہیں 'بعض ایسی بھی ہیں جو مختلف شعبوں میں ملازمتیں کر رہی ہیں۔ وہ اجتماعات اور جلسوں میں شریک ہوتی ہیں 'انتخابی مہم کو اپنے دائرے میں چلاتی ہیں 'گھر اور

بچوں کو سنبھالتی ہیں۔ دنیا بھر میں مسلمانوں پر کہیں مصیبت آئی ہو' وہ احتجاجی مظاہرے کرتی ہیں' پریس کانفرنسیں کرتی ہیں۔ غرض کہ کوئی ایسا کام نہیں ہے جو بے پردہ عورتیں کر رہی ہوں اور یہ باپردہ خواتین پردے میں رہتے ہوئے اسے نہ کر پا رہی ہوں۔ ایسے میں ہم یہ کیسے سمجھیں کہ خواتین کا پردہ ہی جماعت اسلامی کی کامیابی میں واحد رکاوٹ رہ گیا ہے۔ (منیر احمد خلیلی)

(صاحب مضمون کی اجازت سے مضمون کی تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔)

پاکستان میں خریداروں اور ایجنٹوں سے خصوصی گزارش!

- اس ماہ اپنے لفافے / پیکٹ پر اپنا پتہ ضرور چیک کر لیں۔
- اپنے پوسٹ کوڈ نمبر سے (اگر پتہ پر درج نہیں ہے تو) آگاہ کرنا لازم سمجھیں۔ خریداری نمبر لازماً ساتھ ہو۔

پوسٹ کوڈ نمبر کا اندراج بروقت اور یقینی ترسیل کے لیے ضروری ہے۔ اگر آپ کے علم میں نہیں ہے تو ڈاک خانہ سے معلوم کر لیں۔ ایک روپے کا لفافہ بھیجنے میں تکلف سے کام نہ لیں۔ آپ کی معمولی زحمت سے ترسیل کا نظام بہتر ہو جائے گا۔

مینیجر

۵-اے ذیلدار پارک 'اچھرہ' لاہور